صریرخامہ
SAREER A KHAMA
TAFHEEM RESEARCH CENTRE
Category Y
ISSN Online: 3005-947X
ISSN Print: 3005-9461
Vol: 04, Issue 03 (July-September 2025)

سماجی اصولوں کی ترویج میں اسوہ رسول ﷺ کا کردار: ایک تحقیقی جائزہ

The Role of the Prophetic Example ﷺ in the Promotion of Social Principles: An Analytical Study

Prof. Dr. Shazia Ramzan
Dean, Faculty of Arts and Humanities, University of Agriculture, Faisalabad.
dr.shazia@uaf.edu.pk

Dr. Ainee Rubab
Lecturer in Islamic Studies, Peer Mahir Ali Shah Arid Agriculture University Rawalpindi.
dr.shaziaramzan@gmail.com

ABSTRACT:

Prophet Muhammad (peace be upon him) is widely regarded as an unparalleled example of ethical social conduct and meaningful human relationships. He (PBUH) established a moral framework that transcends time, culture, and geography. This research delves into the Prophet's social behavior as documented in historical and religious texts, with particular attention to the relevance of his conduct for contemporary Muslim communities and broader society. The study focuses on key attributes, such as compassion, justice, humility, forgiveness, and inclusivity, that shaped his approach to interpersonal engagement and community leadership. By examining his treatment of various social groups including family members, neighbors, women, children, and even adversaries, the research underscores how his actions fostered cohesive and harmonious societies. His commitment to mutual respect, non-violence, conflict resolution, and education demonstrates a comprehensive social vision rooted in dignity and equity. The study further explores seminal examples such as the Charter of Medina, which exemplify his capacity to build inclusive, pluralistic communities based on shared values and social contracts. In addressing pressing modern challenges, such as gender inequality, social stratification, and moral decay, the paper argues that the Prophet's model of ethical conduct offers valuable insights and practical guidance. His teachings not only serve as a spiritual and moral compass for Muslims but also provide universally applicable principles for promoting social justice, empathy, and communal resilience in today's increasingly fragmented

world. The research highlights the need to move beyond ritualistic interpretations and instead engage deeply with the Prophet's social ethics as a dynamic and transformative force. Ultimately, this study posits that integrating the Prophet's timeless values into contemporary discourse can pave the way for more compassionate, just, and inclusive societies, where moral integrity and human dignity are upheld in both private and public life.

KEYWORDS: *Prophet Muhammad, social conduct, Islamic ethics, compassion, justice, inclusivity, interpersonal relationships, Charter of Medina, moral leadership, community cohesion, conflict resolution, contemporary relevance, social justice, Islamic teachings, ethical behavior*

نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت مبارکہ تمام انسانیت کے لیے ایک کامل اور ہمہ گیر نمونہ ہے، جو نہ صرف روحانی اور اخلاقی زندگی بلکہ دنیاوی، معاشرتی اور انفرادی زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ ایک ایسا مکمل نظامِ حیات ہے جس میں انسان کو انفرادی تزکیہ نفس سے لے کر اجتماعی فلاح و بہبود تک کے تمام پہلوؤں پر واضح ہدایات ملتی ہیں۔ خاص طور پر آپ ﷺ کی سماجی زندگی کا پہلو نہایت مؤثر اور قابلِ تقلید ہے، جو موجودہ دور کے معاشرتی بحرانوں کا ایک بہترین حل پیش کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے عملی طور پر یہ دکھایا کہ ایک مہذب معاشرے کی بنیاد کن اصولوں پر قائم ہوتی ہے۔ آپ نے افراد کو سکھایا کہ باہمی تعلقات محبت، انصاف، رواداری، اور خیر خواہی پر مبنی ہونے چاہئیں۔ آپ ﷺ کی تعلیمات نے ایک ایسے معاشرتی ڈھانچے کو جنم دیا جس میں نہ کوئی اونچ نیچ ہے، نہ رنگ و نسل کا فرق، اور نہ ہی طاقتور کا غلبہ۔ ہر فرد کو عزت، برابری اور حقوق حاصل تھے، چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام۔

آپ ﷺ نے سکھایا کہ معاشرے میں ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ سلوک اور میل جول کا سلیقہ کیا ہے۔ مثلاً، ہمسایوں کے حقوق کا خیال رکھنا، یتیموں اور مسکینوں کی مدد کرنا، عورتوں کو عزت دینا، بچوں سے شفقت سے پیش آنا، اور دشمنوں کے ساتھ بھی عدل و انصاف کا رویہ رکھنا، وہ اعلیٰ اقدار ہیں جو آپ ﷺ کی زندگی سے سیکھنے کو ملتی ہیں۔ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں ایک ایسا مثالی معاشرہ قائم کیا جہاں مذہبی، نسلی اور قبائلی اختلافات کے باوجود تمام افراد کو مساوی شہری حیثیت دی گئی۔ میثاقِ مدینہ اس کی بہترین مثال ہے، جو آپ ﷺ کے وسیع النظر سیاسی اور سماجی وژن کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا منشور تھا جو آج کے دور میں بھی کثرت میں وحدت، بقائے باہمی، اور عدل پر مبنی ریاست کی تشکیل کے لیے ایک قابلِ تقلید ماڈل فراہم کرتا ہے۔ آپ ﷺ کی پوری سیرتِ مبارکہ بنی نوع انسان کی بھلائی، خیر خواہی، اور خدمتِ خلق کے اصولوں سے عبارت ہے۔ چاہے وہ آپ کے ارشادات ہوں یا عملی اقدامات، ہر پہلو میں انسانیت کے لیے محبت اور ہمدردی جھلکتی ہے۔ آپ ﷺ نہ صرف اقوال سے، بلکہ اپنے افعال سے بھی ہمیں سکھاتے ہیں کہ ایک معاشرہ کس طرح اخلاقی بنیادوں پر استوار کیا جا سکتا ہے۔ آج کے دور میں، جہاں معاشرتی انتشار، اخلاقی زوال، اور باہمی عدم برداشت عام ہے، نبی کریم ﷺ کی سیرت ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ اگر ہم ان کے اصولوں کو اپنائیں، تو نہ صرف ایک فرد کی اصلاح ممکن ہے، بلکہ ایک پائیدار، پرامن، اور باہمی ہم آہنگی پر مبنی معاشرہ بھی تشکیل پا سکتا ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات نہ صرف مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے ایک ابدی دستورِ حیات ہیں۔

عام سماجی روابط:

عام طور پر بڑے مرتبے اور عظیم ذمہ داریوں پر فائز افراد کے لئے ممکن نہیں ہوتا کہ وہ عام لوگوں کے ساتھ قریبی تعلق قائم رکھ سکیں یا ہر ایک کی طرف پوری توجہ دے سکیں، کیونکہ ان کی مصروفیات اور عہدے کی نوعیت اس بات کی اجازت نہیں دیتی۔ لیکن رسول اکرم ﷺ اس حقیقت کا ایک منفرد استثنا ہیں کہ اپنی بے مثال عظمت اور بلند مقام کے باوجود آپ ﷺ نے عامۃ الناس کے ساتھ نہ صرف قریبی تعلق قائم رکھا بلکہ جماعت اور معاشرے کے ہر فرد سے ذاتی اور دوستانہ روابط بھی قائم فرمائے۔ آپ ﷺ کی سیرت میں یہ پہلو نمایاں ہے کہ آپ نے کسی کو اپنے قرب سے محروم نہ رکھا اور کسی کے ساتھ برتری یا امتیاز کا رویہ اختیار نہ کیا، بلکہ اپنی عاجزی، محبت اور شفقت سے ہر ایک کے ساتھ تعلق کو ایک جیسا رکھا۔ یہی وہ خصوصیت ہے جس نے آپ ﷺ کو ایک کامل رہنما اور حقیقی رہبر کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا۔

آپ ﷺ کا معمول تھا کہ راستے میں ملنے والوں سے سلام کرنے میں پہل کرتے اور کسی کو پیغام بھجواتے تو سلام ضرور کہلواتے۔ کسی کا سلام پہنچایا جاتا تو بھیجنے والے کو بھی اور لانے والے کو بھی جدا جدا سلام کہتے۔ ایک بار لڑکوں کی ٹولی کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام کیا، عورتوں کی جماعت کے قریب سے ہو کر نکلے تو ان کو سلام کیا، گھر میں داخل ہوتے ہوئے اور گھر سے نکلتے ہوئے گھر کے لوگوں کو بھی سلام کہتے۔ احباب سے معانقہ بھی فرماتے اور مصافحہ بھی، مصافحے سے ہاتھ اس وقت تک نہ کھینچتے جب تک دوسرا خود ہی اپنا ہاتھ الگ نہ کر لیتا۔(1)

آپ ﷺ اس امر کو ناپسند فرماتے کہ صحابہ کرامؓ تعظیم کے لئے کھڑے ہوں۔ آپ ﷺ فرماتے تھے "میں تو فقط ایک بندہ ہوں اور بندوں کی طرح کھاتا ہوں اور بندوں ہی کی طرح پیتا ہوں"۔(2)

اہل مجلس کی گفتگو میں غیر متوقع موضوع نہ چھیڑتے بلکہ جو سلسلہ کلام چل رہا ہوتا اسی میں شامل ہو جاتے۔ چنانچہ نماز فجر کے بعد مجلس رہتی اور اس میں صحابہ کرامؓ سے خوب باتیں ہوتیں، جاہلیت کے قصے چھڑ جاتے اور ان پر خوب ہنسی بھی ہوتی۔(3)

جس موضوع سے اہل مجلس کے چہروں سے اکتانے کا اثر محسوس ہوتا آپ ﷺ فوراً بدل دیتے۔ ایک ایک فردِ مجلس پر توجہ فرماتے تاکہ کوئی یہ محسوس نہ کرے کہ آپ ﷺ نے کسی کو اس پر فوقیت دی ہے۔ دوران تکلم کوئی غیر متعلق سوال چھیڑ دیتا تو اسے نظر انداز کر کے گفتگو جاری رکھتے اور سلسلہ پورا کر کے پھر اسی کی طرف متوجہ ہو جاتے۔(4)

ناپسندیدہ آدمی کے آنے پر بھی خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ چنانچہ ایک بار ایک شخص آیا جسے آپ ﷺ اچھا فرد تصور نہ کرتے تھے مگر آپ ﷺ نے بے تکلف انداز سے بات چیت کی۔ حضرت عائشہؓ کو اس پر تعجب ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

نے فرمایا"قسم ہے کہ قیامت کے دن خدا کے حضور وہ شخص بدترین آدمی کا مقام پائے گا جس سے لوگ اس کی بدسلوکی کے ڈر سے ملنا جلنا چھوڑ دیں"۔(5)

کسی کی ملاقات کو جاتے تو دروازے کے دائیں بائیں کھڑے ہو کر اطلاع دیتے اور اجازت لینے کے لئے تین مرتبہ سلام کہتے۔ جواب نہ ملتا تو بغیر کسی احساس تکدر کے واپس چلے جاتے۔ رات کو کسی سے ملنے جاتے تو اتنی آواز میں سلام کہتے کہ اگر وہ جاگتا ہو تو سن لے اور سو رہا ہو تو نیند میں خلل نہ آئے۔(6)

بدن یا لباس سے کوئی شخص تنکا یا مٹی وغیرہ ہٹاتا تو شکریہ ادا کرتے ہوئے فرماتے: مسح اللہ عنک یعنی خدا ہر اس شے کو تم سے دور کرے جو تمہیں بری لگے۔(7)

چنانچہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں" آپ ﷺ ہدایا قبول فرماتے تھے اور اس کا بدل بھی عطا فرماتے تھے"۔ (8)

کوئی شخص نیا لباس پہن کر سامنے آتا تو فرماتے:"خوب ہے خوب، دیر تک پہنو، بوسیدہ کرو"۔(9)

بوڑھوں کا احترام فرماتے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنے ضعیف العمر والد کو جو بینائی سے محروم ہو چکے تھے بیعت اسلام کے لئے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں لائے تو فرمایا: انہیں کیوں تکلیف دی، میں خود ان کے پاس چلا جاتا۔(10)

عیادت اور تعزیت

بیماروں اور مریضوں کا طبقہ دنیا کا ایک کمزور طبقہ ہے جو ہماری ہمدردی اور مدد کا مستحق ہوتا ہے۔ یہ عموماً اپنی اس حالت میں اپنی خدمت اور خبر گیری نہیں کر سکتے۔ ان کی دیکھ بھال، خدمت، غم خواری اور تیمارداری بھی انسانیت کا ایک فریضہ ہے اور اس کا نام عربی میں "عیادت" ہے۔

آنحضرت ﷺ نے بیماریوں کی عیادت کی خاص تاکید فرمائی ہے۔ اس کے آداب تعلیم کئے ہیں، اس کی دعا سکھائی ہیں اور اس کا ثواب بتایا ہے۔ فرمایا:"جو کوئی مسلمان کسی کے غم کو ہلکا کرے گا اللہ اس کے غم کو ہلکا کرے گا"۔(11)

اور یہ بھی فرمایا کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جب وہ بیمار پڑے تو اس کی عیادت کرے۔(12)

صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہم کو سات باتوں کا حکم دیا تھا جن میں سے ایک بیمار کی عیادت ہے۔(13)

ارشاد ہوا کہ کوئی صبح کو کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو شام تک فرشتے اس کی مغفرت کی دعا مانگتے ہیں اور جب وہ شام کو عیادت کرتا ہے تو صبح تک فرشتے اس کی مغفرت کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے ہیں۔(14)

یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی کسی بیمار کی عیادت کو جاتا ہے تو واپسی تک وہ جنت کے میوے چٹتا رہتا ہے۔(15)

ایک اور جگہ فرمایا کہ جب کوئی کسی کی عیادت کو جائے تو اس کے ہاتھ اور پیشانی پر ہاتھ رکھے اور اس کو تسلی دے اور اس کو شفا پانے کے لئے خدا سے دعا کرے۔(16)

آنحضرت ﷺ اور آپ کی تعلیم سے صحابہ کرامؓ کو بیماروں کی عیادت کا اس قدر خیال تھا کہ وہ اس کو ایک اسلامی حق جانتے تھے بلکہ اس معاملے میں مسلمان اور غیر مسلمان کی بھی تفریق نہ تھی۔ آپ ﷺ نے یہودیوں کی عیادت فرمائی ہے اور منافقوں کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔(17)

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے عیادت کی فضیلت حسب ذیل موثر و دلکش اسلوب میں فرمائی: قیامت میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہ کی۔ وہ کہے گا: اے میرے پروردگار! تو تو سارے جہاں کا پروردگار تھا میں تیری عیادت کیوں کر کرتا؟ فرمائے گا کیا تجھے خبر نہ ہوئی کہ میرا بندہ بیمار ہوا مگر تو نے اس کی عیادت نہ کی۔ اگر کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔(18)

خدمت خلق

خدمت خلق رسول اللہ ﷺ کی سماجی زندگی کا ایک نہایت اہم باب ہے۔ آپ ﷺ نے جس ماحول میں اسلام کے پیغام کی نشرواشاعت کا فریضہ انجام دیا اس کی مقبولیت میں اس پیغام کی حقانیت، اس کے محکم اصول اور الٰہی تعلیم کی تاثیر کے ساتھ ساتھ عام انسانی ہمدردی، خدمت اور انسانیت دوستی کی خصوصیات اس پیغام کی نشرواشاعت کا سبب بنیں جو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عادت ثانیہ تھیں اور جن سے کام لے کر آپ ﷺ سرکش مخالفین تک کو اسلام کے دامن رحمت میں لے آئے۔

حضرت خدیجہؓ کے مندرجہ ذیل الفاظ جو آپؓ نے رسول اکرم ﷺ کو نبوت کی گراں بہا ذمہ داری کے سونپے جانے کے بعد دلاسا دینے اور ڈھارس بندھانے کے انداز میں فرمائے تھے۔ قبل از نبوت آپ ﷺ کی سماجی زندگی کے ایک نہایت ہی درخشاں رخ کو سامنے لاتے ہیں۔ "خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رنج نہ دے گا، آپ ﷺ تو امانت ادا کرتے ہیں، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، آپ ﷺ ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، آپ ناداروں کے لئے کماتے ہیں، آپ مہمان نوازی کرتے ہیں، آپ ﷺ لوگوں کی ان حوادث پر مدد کرتے ہیں جو حق ہوتے ہیں"۔(19)

خباب بن ارتؓ ایک صحابی تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے ان کو کسی غزوہ پر بھیجا۔ خبابؓ کے گھر میں کوئی مرد نہ تھا اور عورتوں کو دودھ دوہنا نہیں آتا تھا، اس بناء پر آپ ﷺ روزانہ ان کے گھر جاتے اور دودھ دوہ آیا کرتے تھے۔(20)

عبداللہ بن ابی اوفیٰ فرماتے ہیں کہ بیوہ اور مسکین کے ساتھ ان کا کام کر دینے میں آپ ﷺ کو عار نہ تھا۔(21)

لوگوں کو حکم تھا کہ جو مسلمان مر جائے اور اپنے ذمے قرض چھوڑ جائے تو مجھے اطلاع دو، میں اس کو ادا کر دوں گا اور جو ترکہ چھوڑ جائے وہ وارثوں کا حق ہے، مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں۔(22)

ایک صحابیؓ کی شادی کے ولیمہ کے لئے گھر میں کچھ نہ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ عائشہؓ کے پاس جاؤ اور آٹے کی ٹوکری مانگ لاؤ۔ وہ گئے اور جا کر لے آئے حالانکہ کاشانہ نبوت میں اس ذخیرے کے سوا شام کے کھانے کو کچھ نہ تھا۔ (23)

مہمان نوازی

فیاضی میں کافر و مسلمان کا امتیاز نہ تھا۔ مشرک و کافر سب آپ ﷺ کے مہمان ہوتے اور آپ ﷺ یکساں ان کی مہمان نوازی کرتے۔ جب اہل حبشہ کا وفد آیا تو آپ ﷺ نے خود اپنے ہاں ان کو مہمان اتارا اور خود بنفس نفیس ان کی خدمت کی۔(24)

ایک دفعہ ایک کافر مہمان ہوا، آپ ﷺ نے بکری کا دودھ اسے پلایا، وہ سارے کا سارا پی گیا۔ آپ ﷺ نے دوسری بکری منگوائی، وہ بھی کافی نہ ہوئی۔ غرض سات بکریوں تک نوبت آئی، جب تک وہ سیر نہ ہوا آپ ﷺ پلاتے گئے۔(25)

کبھی ایسا ہوتا کہ مہمان آجاتے اور گھر میں جو کچھ موجود ہوتا وہ ان کی نذر ہو جاتا اور تمام اہل و عیال فاقہ کرتے۔(26)

آپ ﷺ راتوں کو اٹھ کر اپنے مہمانوں کی خبر گیری کرتے تھے۔(27)

صحابہؓ میں سب سے مفلس اور نادار گروہ اصحابہ صفہ کا تھا۔ وہ مسلمانوں کے مہمان عام تھے لیکن ان کو زیادہ تر خود آنحضرت ﷺ کے مہمان ہونے کا شرف حاصل ہوتا۔ ایک بار آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ ان میں سے تین آدمیوں کو اور جن کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ ان میں سے پانچ آدمیوں کو ساتھ لے جائے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ تین آدمیوں کو ساتھ لے گئے لیکن آنحضرت ﷺ دس آدمیوں کو ہمراہ لے گئے۔(28)

حسن خلق

نبی رحمت ﷺ کا خلق عظیم کافر و مسلم، دوست و دشمن، اپنے و بیگانے ہر ایک کے لئے عام تھا۔ ابر رحمت وشت وچمن پر یکساں برستا تھا۔ یہود کو آنحضرت ﷺ سے حد درجہ عداوت تھی لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ ان کے ساتھ دادوستد کرتے تھے، ان کے سخت و ناجائز تقاضوں اور درشت کلمات کو برداشت کرتے تھے۔ یہودیوں اور مسلمانوں میں اگر کسی معاملے میں اختلاف پیش آتا تو مسلمانوں کی بلاوجہ جانبداری نہ فرماتے۔ اس کی متعدد مثالیں ہیں۔ ایک دفعہ ایک یہودی نے آکر شکایت کی کہ ایک مسلمان نے مجھے تھپڑ مارا ہے، آپ ﷺ نے اس مسلمان کو اسی وقت بلوا کر زجر فرمایا۔(29)

نصاریٰ کا وفد جب نجران سے مدینہ حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس کی مہمان داری کی۔ مسجد نبوی میں ان کو جگہ دی بلکہ ان کو آپ ﷺ نے ان کے طریقے پر مسجد میں نماز پڑھنے کی بھی اجازت دے دی اور جب عام مسلمانوں نے ان کو اس کام سے روکنا چاہا تو آپ ﷺ نے منع فرمادیا۔(30)

آنحضرت ﷺ غلاموں پر خصوصیت کے ساتھ شفقت فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے کچھ بھائی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہاتھوں میں دے رکھا ہے۔ اگر کسی ہاتھ میں اللہ نے اس کے بھائی کو دیا ہو تو اس کو چاہئے کہ جو خود کھائے وہی اسے کھلائے، جو خود پہنے وہی اس کو پہنائے۔ اس کے ذمہ اتنا کام نہ ڈالے جو اس کی طاقت سے زیادہ ہو اور اگر کام زیادہ ہو تو اس کی مدد کرے۔(31)

ایک دفعہ مقام جعرانہ پر آنحضرت ﷺ تشریف فرماتھے اور اپنے ہاتھ سے لوگوں کو گوشت تقسیم فرمارہے تھے کہ اتنے میں ایک عورت آئی اور آپ ﷺ کے پاس چلی گئی۔ آنحضرت ﷺ نے دیکھا تو اس کی نہایت تعظیم کی، اپنی چادر مبارک اس کے لئے بچھادی۔ دریافت کیا گیا کہ یہ عورت کون تھی؟ تو لوگوں نے کہا کہ یہ حضور ﷺ کی رضاعی ماں تھیں۔ (32)

اسی طرح ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ تشریف فرماتھے کہ آپ کے رضاعی والد آئے۔ آپ نے ان کے لئے چادر کا ایک کونہ بچھا دیا۔ پھر رضاعی ماں آئیں تو آپ ﷺ نے دوسرا گوشہ بچھا دیا۔ آخر میں رضاعی بھائی آئے تو آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھالیا۔(33)

حسن معاملہ

اگرچہ رسول اللہ ﷺ بے حد فیاض تھے، جس کے باعث اکثر مالی تنگی کا سامنا رہتا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے آخری ایام میں بھی آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس بطورِ گروی رکھی ہوئی تھی۔ اس کے باوجود آپ ﷺ ہمیشہ لین دین میں انصاف

اور حسنِ سلوک کو مقدم رکھتے۔ مدینہ میں چونکہ زیادہ تر مالدار افراد یہودی تھے، اسی لیے آپ ﷺ اکثر ان ہی سے قرض لیتے۔ ان کا عمومی رویہ سخت اور درشت مزاجی پر مبنی تھا، مگر رسول اللہ ﷺ ان کی سخت باتوں کو بھی صبر و تحمل سے برداشت فرماتے۔

ایک موقع پر آپ ﷺ نے ایک شخص سے کچھ کھجوریں قرض لی تھیں۔ کچھ دنوں بعد وہ شخص تقاضا کرنے آیا۔ آپ ﷺ نے ایک انصاری صحابی کو فرمایا کہ وہ اس کا قرض واپس کریں۔ انصاری نے کھجوریں لوٹا دیں، مگر وہ معیار میں اصل کھجوروں سے کمتر تھیں۔ اس پر وہ شخص ناراض ہو کر لینے سے انکار کر بیٹھا۔ انصاری نے تعجب سے کہا: کیا تم رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی کھجوریں لینے سے انکار کر رہے ہو؟ اس شخص نے جواب دیا: ہاں، کیونکہ اگر رسول اللہ ﷺ انصاف نہ کریں تو پھر اور کس سے امید کی جا سکتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ الفاظ سنے تو آپ کی آنکھیں بھر آئیں اور آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ بات بالکل درست ہے۔"(34)

جود و سخا

آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

انما انا قاسم واللہ یعطی۔(35)

میں تو صرف تقسیم والا ہوں، دینے والا تو اللہ ہے۔

ایک دفعہ ایک اجنبی شخص خدمت اقدس میں آیا اور دیکھا کہ دور تک آپ ﷺ کی بکریوں کا ریوڑ پھیلا ہوا ہے۔ اس نے آپ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ نے سب کی سب دے دیں، اس نے اپنے قبیلے میں جا کر کہا، اسلام قبول کر لو، محمد ﷺ ایسے فیاض ہیں کہ مفلس ہو جانے کی پرواہ نہیں کرتے۔(36)

مجلسی زندگی اور سماجی خدمات

جب رسول اکرم ﷺ کی عمر چوبیس برس کی تھی تو آپ کو ایک مشہور جھڑپ، جسے "حربِ فجار" کہا جاتا ہے، میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ یہ معرکہ قریش اور ان کے اتحادی قبیلہ کنانہ کے افراد اور قیس کے خاندانوں کے درمیان پیش آیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس جنگ میں صرف اس لئے حصہ لیا کہ قریش کا موقف درست تھا، لیکن اپنی سیرت کی پاکیزگی اور رحمت و شفقت کے باعث کبھی کسی پر خود ہاتھ نہ اٹھایا اور نہ ہی انسانی جان کو نقصان پہنچایا۔ اس واقعے نے آپ ﷺ کے کردار میں وہ پہلو مزید واضح کر دیا کہ آپ ہمیشہ عدل کے ساتھ کھڑے رہے لیکن خونریزی اور ظلم سے گریز کیا۔

پچیس برس کی عمر میں آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح فرمایا، جس کے بعد آپ ﷺ کی زندگی زیادہ تر عبادتِ الٰہی اور بنی نوع انسان کی بھلائی کے کاموں میں گزرتی۔ انہی دنوں آپ ﷺ نے مختلف قبیلوں کے سرداروں اور دانش مند افراد کو معاشرتی بگاڑ، امن وامان کی کمی، مسافروں کی لُٹ مار اور کمزوروں پر طاقتوروں کے ظلم جیسے مسائل کی طرف متوجہ کیا۔ فجار کی جنگ کے ایک ماہ بعد، شوال کے مہینے میں متعدد خاندان مثلاً بنو ہاشم، بنو المطلب، بنو اسد، بنو زہرہ اور بنو تمیم ایک جگہ جمع ہوئے اور ایک اصلاحی معاہدہ تشکیل دیا، جسے تاریخ میں "حلف الفضول" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس انجمن کا مقصد ظلم کے خاتمے، کمزوروں کے تحفظ اور معاشرتی انصاف کی بحالی کو یقینی بنانا تھا۔ معاہدے کے اہم دفعات درج ذیل تھیں:

1۔ مکے سے بدامنی دور کی جائے گی۔ 2۔ مسافروں کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے گا۔ 3۔ مظلوموں کی امداد کی جائے گی، خواہ وہ مکے کے باشندے ہوں یا اجنبی۔ 4۔ زبردست کو زیردست پر ظلم وزیادتی سے روکا جائے گا۔(37)

حلف الفضول کے شرکاء نے جو حلف لیا وہ یہ تھا" خدا کی قسم ہم سب مل کر ایک ہاتھ بن جائیں گے اور وہ مظلوم کے ساتھ رہ کر اس وقت تک ظالم کے خلاف اٹھے رہیں گے تاآنکہ وہ (ظالم) اس (مظلوم) کو حق ادا نہ کردے اور یہ اس وقت تک جب تک کہ سمندر گھونگوں کو بھگوتا رہے اور حراء وثبیر کے پہاڑ اپنی جگہ قائم ہیں اور ہماری معیشت میں مساوات رہے گی۔(38)

ایسے ہی نیک کاموں کی وجہ سے لوگوں کے دلوں پر آنحضرت ﷺ کی نیکی اور بزرگی کا اتنا اثر پڑا تھا کہ وہ آپ ﷺ کو "الصادق الامین" کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ ﷺ کی عمر پینتیس سال تھی جب قریش نے کعبہ کی عمارت کو از سر نو تعمیر کیا لیکن جب حجر اسود کو نصب کرنے کا معاملہ آیا تو قریش میں کشمکش پیدا ہوگئی، تلواریں کھینچ گئیں اور لوگ باہم قتل وقتال پر آمادہ ہوگئے۔ چار روز اسی کشمکش کی نذر ہوگئے بالآخر یہ طے پایا کہ آپ ﷺ فیصلہ کریں گے اور آپ ﷺ کا فیصلہ سب کے لئے قابل قبول ہوگا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے انتہائی فہم وفراست سے کام لے کر اس تنازع کو چکا دیا اور آپ ﷺ نے ایک چادر منگوائی اور حجر اسود کو اپنے دست مبارک سے اس میں رکھ کر فرمایا کہ ہر قبیلے کا سردار اس چادر کو تھام لے تاکہ اس شرف سے کوئی قبیلہ محروم نہ رہے۔ آپ کے اس فیصلے کو سب نے پسند کیا اور سب نے مل کر چادر اوپر اٹھائی اور اسی طرح اٹھائے ہوئے اس مقام تک لائے جہاں حجر اسود کو نصب کرنا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ پر نصب فرمادیا۔ اس طرح آپ کے حسن تدبیر سے ایک بڑی خونریزی رک گئی۔(39)

مجالس نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم

رسول اکرم ﷺ کی تعلیم وتلقین کا فیض اگرچہ سفر، حضر، خلوت، جلوت، نشست وبرخاست، غرض ہر وقت جاری رہتا تھا تاہم اس سے وہی لوگ مستفیض ہوسکتے تھے جو اس موقع پر موجود ہوتے تھے۔ اس بناء پر آپ نے تعلیم وارشاد کے لئے بعض اوقات مختص کردیئے تھے کہ لوگ پہلے سے مطلع رہیں اور خواہشمند حضرات ان مجالس میں شریک ہوسکیں۔ یہ صحبتیں

عموماً مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھیں۔ مسجد نبوی ﷺ میں ایک چھوٹا سا صحن تھا، کبھی آپ وہاں نشست فرماتے۔ ابتداء میں آنحضرت ﷺ کی نشست کے لئے کوئی ممتاز جگہ نہ تھی اس لئے جب باہر کے اجنبی لوگ آتے تو آپ ﷺ کو پہچاننے میں دقت ہوتی۔ بعد میں صحابہؓ نے ایک چھوٹا سا مٹی کا چبوترہ بنا دیا تھا۔ آپ ﷺ اس پر تشریف رکھتے، باقی دونوں طرف صحابہؓ حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے۔(40)

مجالس میں گفتگو کی اجازت میں ترتیب کا لحاظ رہتا تھا لیکن یہ امتیاز مراتب نسب ونام یا دولت ومال کی بناء پر نہیں بلکہ فضل و استحقاق کی بناء پر ہوتا تھا۔ سب سے پہلے آپ ﷺ اہل حاجت کی طرف متوجہ ہوتے اور ان کی معروضات سن کر ان کی حاجت براری فرماتے۔ مزاج پرسی کے ساتھ ہر شخص سے دریافت فرماتے کہ کوئی ضرورت اور حاجت تو نہیں ہے؟ یہ بھی فرماتے کہ جو لوگ اپنے مطالبات مجھ تک نہیں پہنچا سکتے، مجھ کو ان کے حالات وضروریات کی خبر دو۔

چند صحابیوںؓ نے آکر حضرت عائشہؓ سے درخواست کی کہ حضور ﷺ کے اخلاق بیان کیجئے تو انہوں نے پوچھا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟

کان خلقہ القرآن۔(41)

آپ ﷺ کا اخلاق ہمہ تن قرآن تھا۔

رسول اکرم ﷺ کی سماجی زندگی اسلامی نظام حیات کے اس باب کی مکمل آئینہ دار تھی جو حقوق العباد (بندوں کے حقوق) کے نام سے موسوم ہے پھر جبکہ آپ ﷺ کی پوری حیات مقدسہ تمام مسلمانوں کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے۔

حوالہ جات

1. نعیم صدیقی، محسن انسانیت، الفیصل ناشران اردو بازار لاہور، ص105
2. جاحظ، ابو عثمان عمرو بن بحر، البیان والتبیین، مطبع التجاریہ الکبریٰ، شارع محمد علی، مصر1345ھ، ج2، ص21
3. جابر بن سمرةؓ، حافظ محمد بن حبان، صحیح ابن حبان، مکتبہ وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، قطر، ج8، ص134، ح6254
4. ترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع الکبریٰ الترمذی، ابواب المناقب، مکتبہ دارالعرب الاسلامی لبنان، ج6، ص48
5. زرقانی، محمد بن عبدالباقی زرقانی، شرح مواہب اللدنیہ، مکتبہ فرید بک سٹال لاہور، ج1، ص291
6. محسن انسانیت، ص27
7. محسن انسانیت، ص105
8. سنن، ابوداؤد، صالح بن عبدالعزیز بن محمد، کتاب الآداب، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ج3، ص277، ح3536
9. عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری، المکتبہ السلفیہ، ج10، ص282
10. ابن ہشام، ج4، ص91
11. ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی المعونۃ المسلم
12. بخاری، محمد بن اسماعیل، کتاب الجنائز
13. ایضاً
14. ابوداؤد، کتاب الجنائز،
15. مسلم، ابوحسین ابن حجاج، کتاب البر والصلہ والآداب، باب عیادۃ المریض، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ج2، ص78، ح6552
16. ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمریض بالشفاء عند العیادۃ، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ج2، ص48، ح3104
17. بخاری، کتاب الجنائز
18. مسلم، کتاب البر والصلہ والآداب، باب عیادۃ المریض، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ج2، ص78، ح6556
19. بخاری، محمد بن اسماعیل، کتاب بدء الوحی، باب بدء الوحی، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ج1، ص6
20. شبلی نعمانی، علامہ، سیرت النبی، مکتبہ اسلامیہ لاہور، ج2، ص208
21. ایضاً
22. بخاری، کتاب النفقات، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ج2، ص184، ح5371
23. مسند احمد، امام احمد بن حنبل، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، ج4، ص655
24. قاضی عیاض، الشفاء، ج1
25. مسلم، کتاب الاشربۃ، باب المومن یاکل فی معی واحد، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ج2، ص147، ح5379
26. مسند احمد، ج6، ص397

27. ابو داؤد، کتاب الادب

28. مسلم کتاب الاطعمہ

29. سیرت النبی، ج2، ص224

30. ایضاً

31. بخاری، کتاب العتق، باب العبید اخوانکم فاطعموھم مماتاکلون، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ج1، ص537، ح2545

32. مشکوۃ، کتاب الادب، باب البرء الصلۃ

33. حافظ عمادالدین ابوالفداء، اسماعیل ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، مکتبہ ھجر الطباعۃ والنشر والتوزیع والاعلان، ج4، ص393

34. مسند احمد، ج2، ص23

35. بخاری، کتاب العلم، باب من یردہ اللہ من خیرا، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ج1، ص29، ح71

36. مسلم، ج4، ص36، ح2312

37. ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج1، ص128

38. ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل، سیرۃ النبویۃ، دارالمعرفہ بیروت لبنان، ج1، ص259،

39. زرقانی، شرح المواہب الدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، مکتبہ فرید بک سٹال لاہور، ج1، ص203

40. ابو داؤد، باب القدر

41. مسند احمد، احمد بن حنبل، حدیث عائشہؓ، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ج13، ص578، ح25813